شوقِ علم یوں ہوتا ہے!!

مولانا نخی داد خوستی

ایک حدیث میں آیا ہے: ''منهومان لايشبعان منهوم في العلم لايشبع منه، ومنهوم فى الدنيا لايشبع منها'' وقال عبدالله بن مسعود رضى الله عنه :ولايستويان أما صاحب العلم فيز داد رضى للرحمن وأما صاحب الدنيا فيمادئ في الطغيان ،ثم قرأ عبدالله ﴿كلا ان الانسان ليطغىٰ ان راه استغنىٰ﴾ (مشکوٰۃ صفحہ:۳۷) یعنی دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے، ایک علم کا بھوکا علم سے سیر نہیں ہوتا، دوسرا دنیا کا بھوکا، اس کا دنیا سے پیٹ نہیں بھرتا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں (بلکہ ان کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے) جو علم کا بھوکا ہے، اس کے لئے مسلسل رحمان کی رضا میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دنیا کا حریص ہے تو وہ سرکشی میں بڑھتا چلا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (اس پر دلیل کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی: ''كلا ان الانسان ليطغىٰ ان راه استغنى'' ہرگز نہیں بیشک انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کی زیادتی کے لئے دعا مانگنا:...... ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا علم عطا فرمایا ہے کہ اتنا بڑا عالم نہ دنیا میں آج تک آیا ہے اور نہ قیامت تک آسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے: ﴿ونزلنا عليك الكتاب تبيانا لكل شى﴾ (النحل آیت:۸۸) ''اور تجھ پر ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے۔'' تو دنیا میں جتنے علوم ہیں، خواہ کتابوں میں ہیں یا انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں ہیں، وہ سارے علوم قرآن مجید میں اجمالاً موجود ہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نازل کیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وانه لتنزيل رب العلمين ○ نزل به روح الامين ○ على قلبك لتكون من المنذرين﴾ (الشعراء آیت:۱۹۱،۱۹۲،۱۹۳) ''یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔''

آپ کا قلب مبارک منبع علوم ہے اور احادیث کا جتنا ذخیرہ ہے، یہ سب قرآن کریم کی تفسیر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے ہیں: ﴿رب زدنی علما﴾ اے میرے رب! میرے علم میں اور اضافہ فرما۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا شوق علم:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک رات گزاری ہے، اس واقعے کو امام بخاری نے صحیح البخاری میں غالباً دس مرتبہ مختلف انداز اور مختلف الفاظ میں ذکر کیا ہے، اسی طرح دیگر صحاح خمسہ میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے، ان سب روایات کو اگر مرتب کیا جائے تو مفصل واقعہ اس طرح بنتا ہے، جب حضرت میمونہؓ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات گزارنے کی باری آئی تو حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا کہ بیٹا! آج رات آپ نے حضرت میمونہؓ کے گھر میں گزارنی ہے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری رات کے اعمال ملاحظہ کر کے مجھے بتانا ہے، تاکہ میں بھی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق گزاروں، حضرت عباسؓ نے عبداللہ کے لئے حضرت میمونہؓ کے گھر کا انتخاب اس لئے کیا کہ یہ عبداللہ کی خالہ ہے، کیونکہ عبداللہ بن عباس کی والدہ لبابۃ الکبریٰؓ اور خالد بن ولید کی والدہ لبابۃ الصغریٰؓ دونوں حضرت میمونہؓ کی بہنیں ہیں اور یہ تینوں حارث بن حزن کی بیٹیاں ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عباس حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزارنے کے لئے تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ کا یہ خیال تھا کہ خالہ ہونے کی وجہ سے آیا ہے، کیونکہ بسا اوقات بھانجا خالہ کا مہمان بنتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بچہ صرف خالہ ہونے کے ناطے نہیں آیا ہے، بلکہ ایک عظیم مقصد لے کر خالہ کا مہمان بنا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول عشاء کی نماز کے بعد جب سونے لگے تو گھر میں صرف ایک سرہانہ ہے، جبکہ سونے والے تین ہیں، ایک سید الکونین ہیں، دوسری حضرت میمونہؓ ہیں، تیسرے ان کے مہمان حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں، تو ان تینوں نے ایک ہی سرہانے پر سر لگائے، وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ نے طول پر سر رکھے اور عبداللہ بن عباسؓ نے سرہانے کے عرض پر، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عادت کے مطابق تہجد کے لئے اٹھے، آپ کا خیال تھا کہ بچہ سویا ہوا ہے (مگر عبداللہ بن عباسؓ نے تو ساری رات جاگنے کا تہیہ کر رکھا تھا) اس لئے آپؐ ایسے انداز میں اٹھے کہ اس کی آہٹ سے کوئی سویا ہوا بیدار نہ ہو جائے، چنانچہ آپ سب سے پہلے قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، عبداللہ بن عباسؓ نے سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد استنجاء کے لئے برتن لیں گے، پھر پانی بھریں گے، پھر استنجاء کریں گے تو یہ آپؐ کے لئے بہت تکلیف ہے، کیوں نہ یہ کام میں کروں، چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ اٹھے، وضو کا برتن پانی سے بھر کر بیت الخلاء کے پاس رکھا اور واپس آکر لیٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آئے تو سامنے وضو کا برتن پانی سے بھرا ہوا دیکھا، پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حضرت میمونہؓ نے بتایا کہ یہ کام اس چھوٹے بچے نے کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے ان بچپنے کی حالت میں ایسی بہترین خدمت کرنے پر بہت خوش ہوئے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جو دعا فرمائی ہے، بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: اللھم فقھه في الدين (بخاری صفحہ:۲۶) ''اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔''

اسی دعا کی برکت تھی کہ یہ بچہ بعد میں رئیس المفسرین اور حبر الامۃ کے القاب سے مشہور ہوئے۔

ایک حدیث کے لئے مدینہ منورہ سے شام تک جانا:...... کثیر بن قیس تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ نے وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہے، حضرت ابودرداء نے پوچھا، کوئی تجارتی کام تو نہیں تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، حضرت ابودرداء نے پھر پوچھا، کوئی دوسری غرض تو نہیں تھی؟ کہا، نہیں، صرف حدیث معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں، حضرت ابودرداء نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے لئے بچھادیتے ہیں اور طالب علم کے لئے آسمان وزمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسے کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کے وارث بناتے ہیں تو جو شخص علم حاصل کرتا ہے، وہ ایک بڑی دولت کو حاصل کرتا ہے۔'' (ترمذی:۲/۹۷، ابن ماجہ صفحہ:۲۰)

ربیعۃ الرائیؒ کا حصول علم:...... ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ اہل مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے ہیں اور صحابہ کی ایک جماعت سے شرف ملاقات حاصل ہے اور تابعین میں بہت بڑے امام الفقہ والحدیث تھے اور بڑے مجتہدین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امام مالکؒ نے ان سے روایت کیا ہے، ربیعہ کے والد فروخؒ بنوامیہ کے دور میں فوج کے ساتھ خراسان گئے، ربیعہ اس وقت شکم مادر میں تھے، ابوعبدالرحمٰن فروخ سفر پر روانہ ہونے کے وقت اپنی بیوی کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑ گئے اور پھر ستائیس سال کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے، گھوڑے پر سوار تھے، نیزہ ہاتھ میں تھا، اپنے گھر جب پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر دروازہ پاؤں سے دھکیلا، ربیعہ نکلے اور کہنے لگے، اے اللہ کے دشمن! تو میرے حرم میں کیوں داخل ہوا؟ فروخ نے جواباً کہا کہ اللہ کا دشمن تو تو ہے کہ میرے حرم میں داخل ہوا ہے، دونوں آپس میں الجھ گئے۔

ادھر ہمسائے ربیعہ کی مدد کے لئے پہنچ گئے، اس کی اطلاع امام مالکؒ کو پہنچی، تو وہ جلدی سے موقع پر تشریف لائے، جب امام مالکؒ کو دیکھا تو سب لوگ خاموش ہوگئے، امام مالکؒ نے کہا کہ چاچا محترم آپ کے لئے کسی اور مکان میں گنجائش ہوسکتی ہے، آپ زبردستی اس مکان میں کیوں داخل ہونا چاہتے ہیں، بڑے میاں نے جواب دیا کہ میں فروخ

ہوں اور یہ میرا مکان ہے، جب بیوی نے ان کی یہ بات سنی تو پردے سے ہی کہنے لگی، یہ میرے خاوند ہیں اور یہ میرے بیٹے ہیں، جنہیں حمل کی حالت میں چھوڑ گئے تھے، یہ سن کر باپ بیٹا گلے ملے اور بہت روئے، اس کے بعد ربیعہؒ تو مسجد نبوی چلے گئے، وہاں اپنے درس میں بیٹھے اور فروخ گھر کے اندر آئے، بیوی سے پوچھا، کیا یہ میرا بیٹا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، یہ آپ کا ہی بیٹا ہے۔ فروخ نے بیوی سے پوچھا کہ میں سفر پر جاتے وقت تمہارے پاس جو مال چھوڑ گیا تھا، وہ کہاں ہے؟ بیوی نے کہا، ابھی تو مسجد نبوی تشریف لے جائیں، وہاں نماز پڑھیں، وہاں سے آکر پھر آپ کو جواب دوں گی، فروخ مسجد نبویؐ میں آئے تو وہاں ایک بڑا حلقہ دیکھا، جس میں امام مالکؒ، حسن بصریؒ جیسے بڑے بڑے علماء بیٹھے ہیں، کھڑے ہوکر صاحب درس کو وہاں سے دیکھنے لگے، اپنے بیٹے کا شک ہوا، ربیعہ نے بھی اس انداز سے سر جھکایا کہ وہ گمان کریں کہ میں اس کو نہیں دیکھ رہا ہوں، فروخ نے دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ ہیں، کہنے لگے، سبحان اللہ، ان کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی شان عطا فرمائی ہے۔ گھر آکر بیوی کو کہا کہ میں نے تمہارے بیٹے کو ایسے بلند مرتبے میں دیکھا ہے جو اہل علم وفقہاء میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، ربیعہ کی ماں نے کہا کہ آپ کو تیس ہزار دینار زیادہ پسند ہے یا اپنے بیٹے کی یہ شان؟ کہنے لگے، واللہ مجھے اپنے بیٹے کی یہ شان زیادہ پسند ہے، بیوی نے کہا کہ وہ ساری رقم میں نے اس پر خرچ کی تو فروخ نے کہا کہ واللہ تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا ہے۔ (فضل الباری ج ۲ صفحہ: ۷۰، بحوالہ دائرۃ المعارف فرید وجدی ج ۴ صفحہ: ۱۸۵)

امام محمد رحمہ اللہ کا مطالعہ میں انہماک: ......ایک دفعہ امام محمد رحمہ اللہ کسی سڑک کے کنارے پر بیٹھے ہوئے کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، اسی اثناء میں ایک بہت شاندار بارات گزری، جس میں گانے باجے بھی بج رہے تھے، امام محمد رحمہ اللہ کو اس بارات کا کوئی پتہ نہیں چلا اور برابر اپنے مطالعہ میں مشغول رہے، تھوڑی دیر کے بعد چند آدمی جو بارات سے پیچھے رہ گئے تھے، امام صاحب کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ یہاں کوئی بارات تو نہیں گزری؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں، البتہ کتاب پر اچانک گردوغبار پڑ گیا، اس کو میں نے پھونک کر اڑا دیا، اس سے زیادہ مجھے بارات کی کوئی خبر نہیں ہے۔ (میری نماز، صفحہ ۵۳)

میر سید شریف کا علو سند کے لئے سفر کرنا: ......آٹھویں صدی ہجری میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں جو میر سید شریف سے مشہور ہیں، جنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن میں صرف میر، نحو میر اور ایساغوجی بہت مشہور ہیں، ان کو یہ شوق ہوا کہ میں شرح مطالع خود مصنف سے پڑھوں، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ ہرات گئے اور علامہ قطب الدین رازی (تحتانی) کی خدمت میں حاضر ہوئے، علامہ رازی نے ان سے پوچھا، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میرا نام محمد بن علی ہے اور میر سید شریف سے معروف ہوں، جرجان سے آیا ہوں اور آنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اگرچہ شرح مطالع ایک دفعہ پڑھ چکا ہوں، مگر میری خواہش ہے کہ خود آپ سے پڑھوں،

علامہ رازی کو میر سید کی باتوں سے ان کی ذہانت کا اندازہ ہوگیا، اسی بنا پر فرمایا کہ میں تو پیر فرتوت ہو چکا ہوں، اس لئے اب میں شرح مطالع پڑھانے کا قابل نہیں ہوں، آپ کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ میرے خاص شاگرد مبارک شاہ کے پاس جائیں، ان سے شرح مطالع پڑھنا، ایسا سمجھو، گویا مجھ سے پڑھ لیا۔ میر سید صاحب خراسان سے چل کر مصر پہنچے، وہاں قاہرہ میں مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعی بیان کیا، مبارک شاہ نے فرمایا کہ میں آپ کو شرح مطالع پڑھاؤں گا، مگر تین شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ آپ روزانہ ایک اشرفی دیں گے، دوسری یہ کہ آخری صف میں بیٹھیں گے، تیسری یہ کہ کوئی بات نہیں پوچھیں گے، میر سید شریف نے عرض کیا کہ یومیہ ایک اشرفی دینے کی شرط میں اتنی ترمیم فرمائیں کہ جب بھی میں ایک اشرفی دوں گا، آپ سبق پڑھائیں گے، مبارک شاہ نے کہا، صحیح ہے، ایسا ہی کروں گا، اب میر سید صاحب سوچ میں پڑ گئے کہ فی سبق ایک اشرفی کہاں سے لاؤں گا، مزدوری کروں گا، یا جھولی پھیلا کر بھیک مانگوں گا، وہ اسی فکر میں تھے کہ ایک رئیس کو پتہ چلا کہ یہاں ایک سید طالب علم آیا ہے، جو بہت مفلس اور پریشان حال ہے، تو اس نے میر سید کو بلایا اور ان سے حال احوال پوچھا، میر سید نے پورا ماجرا سنایا، رئیس نے تسلی دی کہ فکر نہ کرو، آپ ہر روز مجھ سے ایک اشرفی لیا کرو اور دل جمعی سے اپنا سبق پڑھ لیا کرو، چنانچہ میر سید شریف نے شرط کے مطابق سبق پڑھنا شروع کیا، ایک ہفتہ کے بعد مبارک شاہ نے وہ لی ہوئی اشرفیاں ساری واپس کر دی اور فرمایا کہ اشرفی لینے سے میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کا شوق علم معلوم کروں، سو معلوم کر لیا، اس لئے آئندہ یہ شرط نہیں ہے، البتہ باقی دو شرطیں اب بھی برقرار ہیں، میر صاحب کے لئے تیسری شرط بھی بڑا امتحان تھا، کیونکہ یہ میر سید تھے، سبق کے دوران بے شمار شکوک وشبہات پیدا ہوتے تھے، ان کے ازالہ کے لئے جوش میں آجاتے، مگر اجازت نہ ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے، مبارک شاہ ایک دفعہ چپ چاپ مدرسہ کے احاطے میں آئے، تاکہ معلوم کریں کہ طلباء تکرار یا مطالعہ کرتے ہیں یا نہیں تو ایک حجرے میں ایک طالب علم آپ ہی آپ عجیب انداز سے سبق دہرا رہا ہے، کہتا ہے کہ مصنف نے یوں لکھا ہے، شارح نے اس طرح تشریح کی ہے، استاذ نے یوں پڑھایا، مگر میری توجیہ اس میں یہ ہے، استاذ نے جب اس کی توجیہ پر غور کیا تو بہت عمدہ پایا، اس پر استاذ بہت خوش ہوئے۔ طالب کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہے، بتایا گیا کہ میر سید شریف ہے، ہر رات اس طرح تکرار کرتا ہے، اگلی صبح جب مبارک شاہ مسند درس پر بیٹھے تو میر سید کو آخری صف سے بلا کر پہلی صف میں اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو، اس کے بعد میر سید شریف کو وہ رتبہ ملا جو ظاہر ہے۔ (فضل الباری ج ۲ صفحہ: ۶۵، ظفر المحصلین صفحہ: ۳۲۶)

ایک طالب علم کا قصہ:...... ایک طالب علم کو رات کے وقت مطالعہ کرنے کا بہت شوق تھا، مگر اس کے پاس روشنی کا کوئی سامان نہیں تھا، اس لئے وہ بہت پریشان تھا کہ مطالعہ کیسے کروں، اسی پریشانی کی حالت میں بازار گئے، وہاں ایک دکاندار نے دکان کے دروازے میں موم بتی جلائی ہوئی تھی، طالب علم نے دکاندار سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس

موم بتی کی روشنی میں کتاب دیکھا کروں، دکاندار نے کہا کہ ضرور دیکھا کریں، چنانچہ اس طالب علم نے یہ معمول بنایا کہ روزانہ رات کے وقت یہاں آکر دکان کے سامنے سڑک پر کھڑے کھڑے کتاب دیکھا کرتے تھے، ایک دفعہ اسی سڑک پر بادشاہ کا گزر ہوا تو شاہی قافلہ کے ساتھ تیز روشنی والی مشعلیں تھیں، جب تیز روشنی کتاب پر پڑی تو طالب علم نے مطالعہ کو جاری رکھتے ہوئے کتاب کا رخ مشعلوں کی طرف کیا اور جب یہ روشنی اس سے جاتی رہی تو طالب بھی اس کے پیچھے چلتے رہے، یہاں تک کہ بادشاہ شاہی محل میں داخل ہورہے تھے تو طالب بھی ان کے ساتھ شاہی محل میں داخل ہونے لگے، بعض خدام نے اس کو روکنا چاہا، مگر بادشاہ نے اشارے سے ان کو منع کیا، چنانچہ طالب علم بادشاہ کے ساتھ ساتھ شاہی محل میں داخل ہوگیا اور برابر مطالعہ میں مشغول ہے تو بادشاہ نے اس کو پکارا، کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ایک طالب علم ہوں، یہاں کتاب دیکھنے کے لئے آیا ہوں، بادشاہ نے پوچھا کہ کتاب کدھر دیکھتے ہو، طالب نے جواب دیا کہ دکان کے سامنے، بادشاہ نے کہا کہ دکان کہاں ہے؟ طالب نے جب ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دکان نظر نہیں آئی بلکہ شاہی محل میں وہ کھڑا ہے، عرض کیا کہ جناب والا مطالعہ تو میں نے دکان کے سامنے سڑک پر کھڑے ہوکر شروع کیا تھا مگر مجھے یہ پتہ نہیں کہ یہاں کیسے پہنچا ہوں؟ بادشاہ نے پوچھا کہ سڑک پر کھڑے ہوکر دکان کے سامنے موم بتی کی روشنی میں کتاب کیوں دیکھتے ہو؟ طالب نے عرض کیا کہ ہمارے حجرے میں روشنی کا انتظام نہیں ہے اس لئے ، بادشاہ نے فرمایا، جاؤ میں آئندہ آپ کے لئے روشنی کا انتظام کروں گا۔ (میری نماز صفحہ:۵۴)

شیخ سعدیؒ نے بالکل سچ فرمایا ہے:

چو شمع پئے علم باید گداخت — کہ بے علم نہ توان خدارا شناخت

علم کے پیچھے موم بتی کی طرح پگھلنا چاہئے، کیونکہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔

☆......☆......☆

علم دین کی پیاس

شیخ الفقہاء امام برقانی رحمہ اللہ جب اسفرائن پڑھنے کے لئے گئے تو ان کے پاس تین اشرفیاں اور ایک درہم تھا، اتفاق سے اشرفیاں راہ میں گم ہوگئیں، صرف ایک درہم باقی رہ گیا۔ اسفرائن پہنچ کر وہ درہم انہوں نے نانبائی کے یہاں جمع کرادیا، ہر روز نانبائی کے یہاں سے دو روٹیاں لے لیتے اور احمد بن بشر کے یہاں سے ایک جز کتاب کا لاکر شام تک نقل کرتے اور شام کو نقل شدہ جز واپس پہنچادیتے۔ تیس جز نقل ہوئے تھے کہ درہم ختم ہوگیا اور انہوں نے مجبور ہوکر اسفرائن سے سفر اختیار کیا۔ امام ابوعلی ملنجی جب عسقلان میں تھے، تو خرچ سے اس قدر تنگ ہوئے کہ کئی فاقوں کی نوبت پہنچی اور ضعف نے لکھنے سے معذور کردیا۔ جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہوسکی، تو نانبائی کی دکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے طبیعت کو کچھ تقویت پہنچالیں۔